بین المذاہب ہم آہنگی: اکیسویں صدی کی ضرورت

ڈاکٹر محمد سرفراز خالد

Dr. Muhammad Sarfraz Khalid

Associate Professor, Department of Islamic & Arabic,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Humanity is facing terrorism all over the world. The terrorists attack people without discrimination of colour and creed. The attackers are destroying human beings with the passion to enter the Paradise. The Western society is blaming Islam with malefied intention and calling it a religion of terrorism. Actually, Islam is a religion of peace and harmony. In an Islamic state, the Muslims and non-Muslims have equal rights. The protection of life, property and honour of all citizens is a responsibility of the state. In this article, the rights and duties of government and citizens of an Islamic state have been discussed to establish harmony among all religions in the light of Holy Qur'an and Sunnah.

اسلام ایک بہترین ضابطہ حیات ہے جس میں تمام انسانوں کو اولادِ آدم ہونے کی وجہ سے انصاف اور برابری کی بنیاد پر تمام حقوق حاصل ہیں۔ کسی بھی فرد کو اس کے ملک وقوم، قبیلہ و برادری یا رنگ و نسل کی بنیاد پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ یہ قوم و قبیلہ کی ساری تقسیم صرف ایک دوسرے کی شناخت اور تعارف کے لیے ہے جس کا برملا اظہار قرآن حکیم میں یوں فرمایا گیا ہے:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَأُنثَی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاکُم(۱)

(اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنادیا تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو۔ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔)

آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ حوّا کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کرۂ ارض پر پھیلا دیا اور انہیں اچھائی اور برائی کی تمیز سکھادی۔ اچھے کاموں کا صلہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی اور برے کاموں کا انجام ذلت و رسوائی قرار دیا۔ لہٰذا انسان کو کسی ذات برادری یا قوم وقبیلہ پر فخر کرنے کی بجائے تقویٰ کو اپنا شعار بنانا چاہیے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

یـا ایُّھـا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخلَقَ مِنھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنھُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَنسَاء(۲)

(اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تمھیں ایک شخص (آدمؑ) سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کی بیوی (حوّاؑ) پیدا کی۔ اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔)

رسول اللہ ﷺ نے انھی آفاقی اصولوں کو پیش نظر رکھ کر معاشرے میں ہم آہنگی اور مساوات کو فروغ دینے میں اپنی مساعی جمیلہ صرف کی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان طبقاتی کشمکش، نفرت اور دشمنی کا خاتمہ کرنے کے لیے حکمت الٰہی کی وضاحت مختلف مثالوں سے فرمائی۔ مثلاً:

الناس بنو آدم وخلق اللّٰہ ادم من تراب(۳)

(تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے تخلیق فرمایا۔)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر نبی محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الناس سواسیة کاسنان المشط(۴)

(تمام انسان آپس میں کنگی کے دندانوں کی مانند برابر ہیں۔)

جب اولادِ آدم کی آبادی زمین میں بڑھنے لگی تو لازمی امر تھا کہ ان کے درمیان اختلافات اور رنجشیں پیدا ہونے لگیں۔ ان کے تدارک کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو دنیا میں مبعوث فرمایا:

کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنذِرِیْنَ وَأَنزَلَ مَعَھُمُ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوا فِیْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ إِلَّا الَّذِیْنَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءتْھُمُ الْبَیِّنَاتُ بَغْیاً بَیْنَھُمْ فَھَدَی اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللّٰهُ یَھْدِیْ مَن یَشَاءُ إِلَی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم(۵)

(سب) لوگ ایک امت تھے (پھر انھوں نے اختلاف کیا) تو اللہ نے نبیؑ بھیجے، خوشخبری دیتے اور ڈرسناتے ہوئے۔ اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری، تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اس چیز میں فیصلہ کردے جس میں انھوں نے اختلاف کیا۔ اس میں اختلاف نہیں کیا مگر انھی لوگوں نے جنھیں کتاب دی گئی۔ (انھوں نے یہ اختلاف) آپس میں سرکشی کی بنا پر اس کے بعد کیا کہ ان کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں۔ تو اللہ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اس حق بات کی طرف راہنمائی کی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا۔ اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔)

انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات پیدا فرمایا اور ساتھ ہی انھیں اعزاز و کرام سے نوازا۔ اس احسان مندی کا تذکرہ قرآن حکیم میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنَاھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاھُم مِّنَ الطَّیِّبَاتِ

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً(۶)

(بے شک ہم نے اولادِ آدمؑ کو فضیلت دی اور ان کو خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں۔ اور ان کو طیب چیزوں سے رزق دیا۔ اور ان کو ہم نے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر فضیلت دی ہے۔)

دراصل آخری الہامی دین اسلام داعیٔ امن وسلامتی ہے، لہٰذا اسلام اپنے ماننے والوں کو دوسروں کے احترام کا درس دیتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی شخص میں بظاہر کوئی کمی یا کوتاہی بھی نظر آئے تو اس کا مذاق اُڑانے سے منع فرماتا ہے۔ کیونکہ نہ جانے کون شخص اپنے خالق کی بارگاہ میں زیادہ مقبول ہو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُن(۷)

(اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اُڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والیوں) سے بہتر ہوں۔)

اسلام تو اس بات کا بھی درس دیتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا احترام ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اگر کسی شخص کا رویہ نامناسب بھی ہو تو اس کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ رنجش، محبت میں تبدیل ہو جائے گی اور آپس میں پیار و محبت کی فضا قائم ہو جائے گی۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ(۸)

(اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہے۔ سو آپ برائی کو اچھے طریقے سے دور کریں۔ لہٰذا اس وقت آپ کے اور جس کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے۔)

اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام افراد کو ہر طرح کی مذہبی اور سماجی آزادی میسر ہوتی ہے۔ اور کسی بھی شخص کو زبردستی اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی سماجی یا معاشی قدغن لگائی جاتی ہے۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِ(۹)

(دین میں کوئی جبر نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔)

لہٰذا اسلامی ریاست میں بین المذاہب ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لیے کسی بھی غیر مسلم فرد کو زبردستی مسلمان کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"لا تكرهوا احد على الدخول فى دين الا سلام، فانه بيّن واضح جلى دلائله وبراهين، ولا يحتاج الى ان يكره احد على الدخول فيه"(۱۰)

(کسی فرد کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کرو، بے شک یہ (دین) واضح اور نمایاں دلائل و براہین پر مشتمل ہے اور اس بات کا محتاج نہیں کہ کسی ایک کو بھی اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے۔)

اسلام چونکہ بین المذاہب ہم آہنگی کا داعی ہے لہٰذا تمام مذاہب و ملت سے تعلق رکھنے والوں کو بلاتفریق رنگ و نسل ایک دوسرے کی عزت و احترام کا درس دیتا ہے۔ عہد فاروقی میں ایک مرتبہ گورنر مصر عمرو بن العاصؓ کے بیٹے محمد نے اپنی امارت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی غیر مسلم کو قید کی سزا دے دی۔ خلیفہ راشد عمر بن خطابؓ کو اطلاع ہوئی اور جب تحقیق سے ثابت ہوا کہ سزا غلط اور ناجائز تھی، تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کو بدلہ میں اس غیر مسلم کے ہاتھ سے سزا دلوائی اور سرزنش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا"(۱۱)

(تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے، حالانکہ انہیں ان کی ماؤں نے آزاد پیدا کیا ہے۔)

اسلام ایسے نظام زندگی کی ضمانت دیتا ہے جہاں نہ صرف اسلام کے پیروکاروں بلکہ غیر مسلموں کو بھی اپنی عزت و ناموس کا تحفظ حاصل ہے۔ لہٰذا اسلام حکم دیتا ہے کہ ہر حال میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ(۱۲)

(اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو، تم (ہمیشہ) عدل کرتے رہو، وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں کی بہت خبر رکھنے والا ہے۔)

بین المذاہب ہم آہنگی کا تقاضا ہے کہ ایک مسلم ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کے ساتھ کسی قسم کا امتیازی سلوک نہ ہو، تاکہ وہ مذہب اسلام کے فیوض و برکات سے مستفید ہوسکیں اور ساتھ ہی اسلام کی حقانیت سے بھی متاثر ہوں۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب کیونکہ قوت و اقتدار مسلمانوں کے پاس آرہا تھا۔ اس لیے انہیں واضح طور پر حکم دیا ہے کہ خبردار! کسی قیمت پر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ اور حق یہ ہے کہ کوئی قوم حکومت و سلطنت کے تخت کی مستحق اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ صفت عدل سے متصف ہو۔ جس قوم نے ظلم پر کمر باندھ لی وہ آج نہیں تو کل اس نعمت سے محروم کردی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اسلامی مملکت کے بانیوں کو بھلا کیوں نہ واضح طور پر اور پرزور طریقہ سے عدل کی ہدایت فرماتا۔"(۱۳)

بین المذاہب ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے اسلام نے اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام غیر مسلموں کو مساویانہ

حقوق کی ضمانت دی جاتی ہے جس کے عوض انھیں ''جزیہ'' کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے۔ یہ معمولی رقم اس بات کی عکاس ہوتی ہے کہ غیر مسلم شہری مسلم حکومت کو دل و جان سے نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس کے احکامات پر عمل کرنے کے بھی پابند ہوں گے۔ لہٰذا اسلامی حکومت انھیں ''ذمی'' قرار دے کر تمام مراعات عطا کرتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کا ارشاد گرامی ہے:

''انما بذلوا الجزیہ لتکون دماؤھم کد مائنا و اموالھم کا موالنا''(۱۴)

(یقیناً وہ (غیر مسلم شہری) جزیہ ادا کرتے ہیں تا کہ ان کے خون ہمارے خون کی مانند اور ان کے اموال ہمارے اموال کی طرح محفوظ ہو جائیں۔)

بعض افراد لاعلمی سے یا غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے ''ذمی'' کا لفظ حقیر معنوں میں استعمال کر کے اسلامی تعلیمات کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ یہ لفظ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو معاشرتی لحاظ سے مقام و مرتبہ اور عزت و احترام عطا کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ عربی زبان کی مشہور زمانہ لغت ''لسان العرب'' میں اس کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

''الذمة ھی الامان لھذا سمی المعاھد ذمیا لا نہ اعطی الامان علی ذمة الجزیة التی توخذ منه''(۱۵)

(ذمہ کا معنیٰ ''امان'' ہے، اسی لیے معاہدہ کرنے والے کو ''ذمی'' کہا جاتا ہے کیونکہ جو جزیہ اس سے لیا جاتا ہے اس کے بدلہ میں اسے امان دی جاتی ہے)۔

اسی طرح نامور لغت ''المنجد'' میں بھی اس کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں:

''الذی اعطی الذمہ ای الامان یعنی الذی امن علیٰ مالہ وعرضہ و دمہ''(۱۶)

(وہ فرد جسے ضمانت دی گئی ہو کہ وہ اپنے مال، اپنی عزت اور اپنی جان کے بارے محفوظ ہو جاتا ہے۔)

اس طرح یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت میں بسنے والی رعایا کے تمام لوگوں کو مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کے جان و مال اور عزت کا احترام لازم ہے تا کہ بین المذاہب ہم آہنگی کی وجہ سے اسلامی مملکت ایک فلاحی ریاست کا نمونہ بن سکے جہاں پر سب کے ساتھ مساوی سلوک ہو۔ قرآن حکیم میں انسانی جان کے احترام کا درس دیتے ہوئے ارشاد ہے:

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا(۱۷)

(جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے، کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا، اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔)

اس آیت میں مسلمانوں کی بجائے انسان کا تذکرہ ہے جو اس بات کا عکاس ہے کہ انسانی جان کا احترام بغیر تفریق مذہب و ملت اور رنگ و نسل لازم ہے اور کسی ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل متصور ہوگا۔ اسی طرح کسی ایک جان کا تحفظ

پوری انسانیت کے تحفظ کے مترادف ہوگا۔

بین المذاہب ہم آہنگی کا عملی ثبوت فراہم کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے عہد رسالت میں تمام غیر مسلموں کو عزت واحترام سے زندگی بسر کرنے کی ضمانت فراہم کی اورانہیں ہرطرح کے مساوی حقوق عطا فرمائے۔علاوہ ازیں غیر مسلموں کواس بات کی ضمانت بھی فراہم کی کہ مستقبل میں ان کے تمام حقوق کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوگی اوراگر اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوتی ہے تو اس کو پورا پورا انصاف مہیا کیا جائے گا۔لہٰذا اگر اسلامی ریاست اسے انصاف فراہم کرنے میں ناکام رہتی ہے تو رحمۃ للعلمین ﷺ نے اس مظلوم کی طرف سے بذات خود وکالت کرنے کا اعلان فرمایا:

"الا من ظلم معاهدا او انتقصه، او كلفه فوق طاقته، او اخذ منه شياء بغير طيب نفس، فانا حجيجه يوم القيامة"(۱۸)

(خبردار! جس نے کسی معاھد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا، یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا، یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اس سے زبردستی حاصل کرلی۔تو میں قیامت کے دن اس (مظلوم) کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔)

یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت میں امت کے غم خوار نبی ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد ویگانگت کے ساتھ زندگی بسر کی اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہونے دی۔اگر کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم کو قتل کیا تو مقتول کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کیا گیا تاکہ یہ قصاص عامۃ الناس کے لیے عبرت کا باعث بنے اور آئندہ کسی مسلمان کو اس طرح کسی غیر مسلم کے ساتھ ظلم وستم کرنے کی جرأت نہ ہوسکے۔

"ان رجلا من المسلمين قتل رجلا من اهل الكتاب، فرفع الى النبیؐ فقال رسول الله انا احق من وفى بذمة، ثم امر به فقتل"(۱۹)

(بے شک مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے اہل کتاب کے ایک آدمی کو قتل کردیا۔یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔لہٰذا آپ ﷺ نے (اس مسلمان قاتل کو بطور قصاص قتل کرنے کا) حکم صادر فرمایا۔اور اسے قتل کردیا گیا۔)

تکریم انسان یا بین المذاہب ہم آہنگی کا جس قدر پیغام رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔یہاں تک کہ انسان خواہ کسی بھی مذہب وملت اور کسی بھی رنگ ونسل سے تعلق رکھتا ہو۔آپ ﷺ نے نہ صرف تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیا، بلکہ تکریم انسان کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بتایا:

"الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله"(۲۰)

(ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔اور اللہ کے ہاں مخلوق میں سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو ایک بہترین ضابطہ حیات قرار دیا گیا ہے۔خطبہ ارشاد فرماتے وقت آپؐ کے

مخاطب صرف مسلمان تھے جن کے سامنے زندگی گزارنے کے بہترین اصول بیان فرمارہے تھے اور وہ صحابہ کرامؓ ان اصولوں کی پیروی میں زندگی بسر کررہے تھے لیکن ''یا ایھا المومنون'' (اے ایمان والو) کہنے کی بجائے ''یاایھا الناس'' (اے لوگو) ارشاد فرمایا۔یعنی آپ پوری انسانیت کو مخاطب کر کے خطبہ فرمارہے تھے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا اس سے اعلیٰ پیغام اور کیا ہوسکتا ہے جب آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''یاایھا الناس الا ان ربکم واحد واباکم واحد، لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی، ولا لاسود علی احمر ولا لا حمر علی اسود الا بالتقویٰ، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم''(۲۱)

(اے لوگو! سنو تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہے، نہ کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر، سوائے تقویٰ کے، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔)

سیرت کی کتابوں میں متعدد ایسے واقعات درج ہیں کہ غیر مسلم وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ ان کی عزت وتکریم کرتے اور انہیں مسجد نبوی کے اندر عبادت کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرماتے۔

''نجران سے ایک عیسائی وفد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی غرض سے مدینہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔اسی اثناء میں عیسائیوں کی عبادت کا وقت ہوگیا۔لہٰذا وہ عیسائی مسجد نبوی میں اپنی نماز ادا کرنے لگے تو صحابہ کرامؓ نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔انہیں عبادت کرنے دو۔لہٰذا ان عیسائیوں نے مسجد نبوی کے اندر اپنی عبادت کی۔''(۲۲)

مدینہ تشریف لانے کے بعد سب سے اہم فریضہ جو آپ نے سرانجام دیا وہ میثاقِ مدینہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبیر کا مثالی شاہکار تسلیم کیا جاتا ہے۔جس میں آپ ﷺ نے بین المذاہب ہم آہنگی کی ایسی نظیر قائم کی کہ جس میں تمام لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق فرائض ورسوم کی ادائیگی کی اجازت تھی اور ایک دوسرے کا احترام لازم قرار دیا گیا۔ مدینہ کی حفاظت تمام مذاہب کی مشترکہ ذمہ داری تھی اور سب نے مل کر کسی بھی جارحیت کا مقابلہ کرنے کا عہد کیا۔ محمد حسین ہیکل اس میثاق مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال قبل باضابطہ انسانی معاشرہ قائم کردیا، جس سے شرکاء میں ہر فرد کو اپنے عقیدہ ومذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا اور انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔''(۲۳)

رسول اللہ ﷺ نے جس دور میں یہ معاہدہ کیا اس میں جنگ وجدل کا بازار گرم تھا اور انتقام کی آگ کئی نسلوں کو تباہ و برباد کردیتی تھی۔ایسے معاشرے میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان اتحاد ویگانگت کی فضا قائم کرنا رسول اللہ ﷺ کے ہی

شایانِ شان تھا۔ خیر خواہی کو آپ ﷺ نے دین کی علامت قرار دیا۔ فرمایا:

"الدین نصیحة"، قلنا: لمن؟ قال: " للّٰه ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم"(۲۴)

(دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے پوچھا کس کے لیے۔ فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے لیے، سب افراد کے لیے۔)

اسلام میں انسان کی تکریم کا جو درس دیا گیا ہے۔ تمام مذاہب عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی جنازہ بھی گزر رہا ہو، رسول اللہ ﷺ نے اس کے احترام میں اپنی جگہ کھڑے ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بذات خود نہ صرف مسلمان بلکہ کسی غیر مسلم کے جنازہ کے احترام میں بھی کھڑے ہو جاتے تھے:

"ان النبی ﷺ مرت به جنازه فقام، فقیل له: انها جنازة یهودی، فقال: الیست نفسا"(۲۵)

(بے شک نبی کریم ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا۔ تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا یہ جنازہ ایک یہودی کا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ انسان نہیں ہے۔)

کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ پر مظالم کی انتہا کی تھی جن کی بنا پر آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنا پڑی۔ اللہ کی تائید و نصرت کے ساتھ ایک دن مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اس فقید المثال فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اگر چاہتے تو مکہ مکرمہ کے تمام سرداروں سے بدلہ لے سکتے تھے۔ عمومی طور پر تمام فاتحین مفتوحہ علاقوں کے عوام سے یہی سلوک کرتے ہیں، مگر رحمۃ للعلمینؐ نے ان کا مواخذہ کرنے کی بجائے عام معافی کا اعلان فرمایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ کفار مکہ اس قدر متاثر ہوئے کہ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لا تثریب علیکم الیوم، یغفر الله لکم، وهو ارحم الرٰحمین. اذهبوا وانتم الطلقاء"(۲۶)

(آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں، اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائے، وہ سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔)

رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ اسلام کے لیے بھی بہترین اسلوب اختیار فرمایا اور انھیں دلائل و براہین سے اللہ کی وحدانیت کی طرف راغب کیا۔ جب کفار و مشرکین اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی طرف سے اعتراض ہوا کہ آپ کون سی نئی بات کرتے ہیں۔ جن عقائد کی آپ تبلیغ فرماتے ہیں وہ تو پہلے سے ہی ہمارے عقاید ہیں۔ تو نبی محترم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ قرآنی اسلوب ہدایت کی پیروی میں بین المذاہب ہم آہنگی کا یہ درخشاں اصول ان کے سامنے پیش فرمایا:

قُلْ یَا أَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى کَلَمَةٍ سَوَاء بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِکَ بِهِ شَیْئاً وَلاَ یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ

اشْهَدُوا بِاَنَّا مُسْلِمُونَ(۲۷)

(آپ کہیے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ربّ نہ بنائے۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ معبودِ حقیقی ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہ السلام نے اسی کی عبادت کرنے کی تبلیغ فرمائی۔ انبیاء کرام علیہ السلام کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے پیروکاروں نے اس عقیدہ میں تحریف کی بلکہ کچھ اور معبود بھی بنا لیے۔ اسلام جو کہ سب سے آخر میں پیش ہونے والا دین ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ کی توحید کا درس دیتا ہے مگر ساتھ ساتھ کسی دوسرے کے معبود کی تکذیب سے بھی روکتا ہے کہ اگر کسی فرد کے معبود کو برا بھلا کہا جائے گا تو یقیناً جواب میں وہ شخص معبودِ حقیقی کو برا کہے گا۔ بین المذاہب ہم آہنگی اور بقائے باہمی کی اس سے بہتر صورت اور کیا ہو سکتی ہے۔

وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ (۲۸)

(اور (اے مسلمانو!) تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ ورنہ یہ بے علمی اور جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے۔)

اسی طرح اگر کسی معاملہ میں بحث مباحثہ کی صورت پیش آجائے تو دلائل و براہین پیش کرتے وقت بھی اگرچہ مخاطب اہل کتاب غیر مسلم ہوں تمام افراد سے گفتگو میں احسن انداز اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ(۲۹)

(اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ طریقہ سے بحث کرو، ماسوا ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں، اور تم کہو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے اطاعت شعار ہیں۔)

بین المذاہب ہم آہنگی کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے گھر کا کوئی فرد ایمان لے آئے اور اس کے گھر والے خصوصاً والدین غیر مسلم ہوں۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی بہترین حسن سلوک اور صلہ رحمی کا درس دیا ہے۔

"عن عائشة ان اسماء سالت النبی ﷺ عن ام لها مشركة جاء تنی اصلها.

قال: نعم صليها"(۳۰)

(عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ (ان کی بہن) اسماء نے اپنی مشرکہ ماں کے بارے میں پوچھا کہ وہ میرے پاس آئی ہیں۔ کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: ہاں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔)

بعض اوقات ایسے حالات وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ والدین ضعیف یا مالی طور پر کمزور ہوں ان حالات میں بھی باوجود اس کے کہ وہ غیر مسلم ہوں اولاد کا فرض ہے کہ ان کی خدمت کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرے۔

"اذا کان لرجل اولامراۃ والدان کافران علیه نفقتهما وبرهما وخدمتهما وزیارتهما"(۳۱)

(اگر کسی مرد یا خاتون کے ماں باپ کافر ہوں پھر بھی ان دونوں کا نان ونفقہ، ان کے ساتھ نیکی، ان کی خدمت اور ان کی زیارت لازم ہے۔)

اسی طرح قرآن حکیم کی سورۃ النساء میں پڑوسیوں کی جو مختلف اقسام کا تذکرہ ہے ان میں ایک ''الجار الجنب'' ہے۔ علماء وفقہاء کے نقطۂ نظر کے مطابق اس سے مراد ہمسایہ ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

"قال العلماء الاحادیث فی اکرام الجار جاء ت مطلقة غیر عقیدة حتیٰ الکافر"(۳۲)

(علماء کا قول ہے کہ پڑوسی کی عزت واحترام کے بارے میں جو احادیث رسول ﷺ بیان ہوئی ہیں وہ مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص نہیں حتیٰ کہ کافر کی بھی کوئی قید نہیں۔)

اسلامی معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور اتحاد بین المذاہب کی فضا قائم کرنے کے لیے جہاں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا حکم دیا گیا ہے وہاں غیر مسلم افراد کی تکالیف کو دور کرنے اور ان کی عیادت کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس متعدد مرتبہ نہ صرف غیر مسلموں کی تکالیف کو دور کیا بلکہ بیماروں کی عیادت کے لیے تشریف بھی لے گئے۔ انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فقہاء کرام نے غیر مسلم افراد کی عیادت کو جائز قرار دیا ہے:

"ولا باس بعیادة الیهودی والنصرانی لانه نوع بر فی حقهم وما نهینا عن ذالک"(۳۳)

(اور یہودی اور نصرانی کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ان کے حق میں ایک طرح سے نیکی اور حسن سلوک ہے۔ اور ہمیں ایسا کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔)

اسلام میں غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جب اہل کتاب کے ساتھ سماجی اور تمدنی مراسم قائم ہوں گے تو ایک دوسرے کے ہاں دعوت قبول کرنے کی بھی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اہل کتاب کی دعوت قبول کر لیا کرتے تھے کیونکہ قرآن حکیم میں بھی اہل کتاب کے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت دی گئی ہے:

اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُ(۳۴)

(آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں۔ اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے

حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا تو انہیں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام مذاہب کے افراد حتیٰ کہ تمام جہانوں کی مخلوق کے لیے بھی رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنی تمام حیات ظاہری میں مسلمانوں، کافروں، مشرکوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں پر اپنی رحمت نچھاور کرنے کے ساتھ ساتھ جانوروں اور حشرات الارض کے ساتھ بھی رحمت و شفقت کا سلوک کیا۔ سیرت کی کتابوں میں متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں۔ اگر صرف اعلان نبوت سے پہلے کی زندگی کا ہی جائزہ لیا جائے تو تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا اظہار یوں فرمایا ہے:

وَمَا أَرۡسَلۡنَاکَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِینَ(۳۵)

(اور ہم نے آپ ؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔)

اس گفتگو سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ دین اسلام امن وسلامتی کا ضامن ہے۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام افراد خواہ کسی مذہب وملت اور رنگ ونسل سے تعلق رکھتے ہوں انھیں برابری کی بنیاد پر تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ آج کل اسلام کے بارے میں جو غلط مفروضات پیش کیے جاتے ہیں، ان کے تدارک کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ نصاب تعلیم میں قرآن وحدیث پر مبنی ایسا مواد شامل کیا جائے جس میں تکریم انسانیت، بین المذاہب ہم آہنگی کا پیغام دیا جائے۔ اور لوگوں کے درمیان عدم برداشت اور تشدد کے رویہ کی بیخ کنی کے لیے اقدامات اٹھانا چاہیں۔ حکومت وقت کو ریاست میں بسنے والے لوگوں کے درمیان محبت و رواداری کے فروغ کے لیے تمام مذاہب وملت کے لوگوں کے درمیان مباحث و مکالمات کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ ایک دوسرے کے موقف کو سمجھنے میں مدد ملے اور بقاء باہمی کے اصول پر معاشرے میں امن وسکون کا حصول ممکن ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے تا کہ نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی اسلامی تعلیمات کی حقانیت سے آگاہ ہو سکیں اور اسلام کے بارے میں پھیلائے جانے والے غلط پراپیگنڈا کا خاتمہ ہو سکے۔

حوالہ جات

۱۔ الحجرات ۴۹:۱۳

۲۔ النساء ۴:۱

۳۔ ترمذی: محمد بن عیسیٰ الجامع الترمذی، باب ومن سورۃ الحجرات، حدیث نمبر ۳۲۷۰

۴۔ قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، (مصر، مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ س۔ن)، ج ۱، ص:۷۸

۵۔ البقرۃ ۲:۲۱۳

۶۔ بنی اسرائیل ۱۷:۷۰

۷۔ الحجرات ۴۹:۱۱

۸۔ حٰم سجدۃ ۴۱:۳۴

۹۔ البقرۃ ۲:۲۵۶

۱۰۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ، ۱/۳۱۰

۱۱۔ ہندی، حسام الدین علاء الدین علی متقی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، (موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) ۴۵۵/۲

۱۲۔ المائدۃ ۵:۸

۱۳۔ الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، جلد اول، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۳۹۸ھ، ص: ۴۴۸

۱۴۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی، بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ۱۸۱/۹

۱۵۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم افریقی، لسان العرب، جلد بارہ، بیروت: دار صادر، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء، ص: ۲۲۱

۱۶۔ لویس معلوف، المنجد فی اللغۃ، بیروت، دار المشرق، ۱۹۸۸ء، ص: ۲۳۷

۱۷۔ المائدۃ ۵:۳۲

۱۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، جلد سوم، بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، ص ۱۷۰، حدیث: ۳۰۵۲

۱۹۔ بیہقی، احمد بن حسین بن علی، السنن الکبریٰ، جلد ہشتم، مکہ مکرمہ: مکتبہ دار الباز، ۱۹۱۴ھ/۱۹۹۴ء، ص: ۳۰، حدیث: ۱۵۶۹۶

۲۰۔ بیہقی، احمد بن حسین بن علی، السنن الکبریٰ، شعب الایمان، جلد ششم، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ، ص: ۱۲۰، حدیث: ۷۶۷۰

۲۱۔ ایضاً، جلد چہارم، ص: ۲۸۹، حدیث: ۵۱۳۷

۲۲۔ ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، جلد اول، کوئٹہ: مکتبہ معروفیہ، ۱۹۷۲ء، ص: ۳۳۹

۲۳۔ ہیکل، محمد حسین، حیاۃ محمد، قاہرہ: مطبعۃ النہیۃ المصریۃ، ۱۹۴۷ء، ص: ۲۲۷

۲۴۔ قشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، کتاب الایمان، ج ۱، ص: ۴۷، حدیث: ۵۵

۲۵۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، ج ۲، ص: ۸۵، حدیث: ۱۳۱۲

۲۶۔ ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابوبکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، جلد سوم، بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۸ء، ص: ۳۵۹

۲۷۔ اٰل عمران ۳:۶۴

۲۸۔ الانعام ۶:۱۰۸

۲۹۔ العنکبوت ۲۹:۴۶

۳۰۔ جصاص، ابوبکر رازی، احکام القرآن، جلد پنجم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، ص: ۳۲۷

۳۱۔ فتاویٰ عالمگیری، جلد پنجم، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، ص: ۳۴۸

۳۲۔ جصاص، ابوبکر رازی، احکام القرآن، جلد پنجم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، ص: ۱۸۸

۳۳۔ مرغینانی، علی بن ابوبکر، الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، جلد چہارم، مترجم: عبدالحی لکھنوی، کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۱۷ھ، ص: ۴۷۲

۳۴۔ المائدۃ ۵:۵

۳۵۔ الانبیاء ۲۱:۱۰۷

☆......☆......☆